جوازِ عزل سے جنم مخالف نظریہ کی تائید کی بابت اشتباہ کا ازالہ

The Removal of Misconception about Supporting the Anti-Natalism from Justification for Dismissal

مقالہ نگار: فرہاد علی

پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، ہائی ٹیک یونیورسٹی، ٹیکسلا
farhadaliO7860@gmail.com

معاون مقالہ نگار: ڈاکٹر احمد حسن

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، ہائی ٹیک یونیورسٹی، ٹیکسلا
Dr.hassanktk786@gmail.com

Abstract

Anti-Natalism is gaining popularity on the Internet and in the Western world. Over the past ten years, many Western thinkers have published books and online research articles on the subject. Anti-Natalism is a theory that views worldly life as worse and death is given priority over life. The basic premise of this theory is that the world is a bad place and that human beings are harmed instead of benefiting by being created, therefore, non-existence is better than existence. In Islam, the term عزل"dismissal" has been introduced for the termination of the birth process, and many jurists seem to be convinced of the legitimacy of dismissal. Justifying dismissal raises the question of whether "anti-natalism" and dismissal are two sides of the same coin or is there a difference between them? Does "dismissal" support anti-natalism? Our research concludes that there is a difference between the justification of dismissal in Islam and the anti-natalism of Western thinkers. And justification for dismissal does not in any way strengthen the anti-natalism.

Keywords: Anti-Natalism, Dismissal, Existence, Non- Existence, Human

موضوعِ تحقیق کا تعارف اور تحقیق کے بنیادی سوالات

"Anti-Natalism" پیدائش مخالف نظریہ انٹرنیٹ اور مغربی دنیا میں بہت مقبول ہو رہا ہے، گذشتہ دس سالوں میں بہت سارے مغربی مفکرین نے اس موضوع پر کتابیں اور آنلائن تحقیقی مقالہ جات و مضامین شائع کیے ہیں۔ Anti-birth Theory یا Anti-Natalism ایک ایسا نظریہ ہے جس میں حیاتِ دنیاوی کو بدتر گردانا جاتا ہے اور موت کو حیات پر ترجیح دی جاتی ہے، اس نظریہ کی بنیادی سوچ اور فکر یہ ہے کہ دنیا ایک بُرا مقام ہے اور کسی بھی انسان کو پیدا کر کے پیدا شدہ انسان کو فائدہ پہنچانے

کے بجائے نقصان سے دوچار کیا جاتا ہے لہٰذا وجود سے بہتر عدم ہے۔ اسلام میں عملِ پیدائش کے ترک کے لیے "عزل" کی اصطلاح متعارف ہے اور متعدد فقہاء کرام عزل کے جواز کے قائل نظر آتے ہیں۔ عزل کو جائز قرار دینے سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیدائش مخالف نظریہ "Anti-Natalism" اور عزل ایک ہی سکہ کے دو رُخ ہیں یا ان میں باہمی فرق ہے؟ کیا عزل، جنم مخالف نظریہ کا مؤید ہے؟ ہماری یہ تحقیق اس بات پر اختتام پذیر ہوتی ہے کہ اسلام میں عزل کے جواز اور مغربی مفکرین کے "Anti-Natalism" پیدائش مخالف نظریہ میں مختلف اعتبار سے فرق ہے اور عزل کا جواز کسی طور پر بھی جنم مخالف نظریہ کی تقویت کا سبب نہیں بنتا۔

سابقہ تحقیقات

"Anti-Natalism" پیدائش مخالف نظریہ مغربی دنیا کا ایک پسندیدہ و مقبول موضوع ہے اور عصرِ حاضر میں اس پر کافی ذخیرہ منصۂ شہود پر آ چکا ہے۔ پیدائش مخالف نظریات کے حاملین کے قافلہ کے سرخیل David Benatar ہیں جنہوں نے اس موضوع کی شہرہ آفاق کتاب "Better Never to have been" (2006) لکھی ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہر انسان کو وجود فراہم کر کے نقصان زدہ کیا جاتا ہے لہٰذا مزید انسان پیدا کرنے کا سلسلہ ختم کر دینا چاہیئے۔ Possible preferences and the Harm of Existence کے عنوان سے معنون ایک مقالہ Marc larock نے University of St. Andrews (Scotland) میں پیش کیا اور اس مقالہ کی بدولت اپنی ایم فل کی ڈگری حاصل کی، اپنے مقالہ میں مارک نے مختلف دلائل سے دنیاوی زندگی کو بدترین قرار دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ انسانی زندگی اس قابل نہیں کہ مزید انسان پیدا کر کے ان کو ایسی زندگی گذارنے پر مجبور کیا جائے۔

George Washington University کے پروفیسر David De Grazia نے "Creation ethics: reproduction genetics and quality of life" کے نام سے کتاب لکھی ہے اور David Benatar کے نظریات کی عمدہ تردید کی ہے۔

David Benatar کی تردید میں کئی مفکرین نے مقالات لکھے ہیں مثلاً:

"Is having children Always Wrong?" کے عنوان سے "Rivka Weinberg" نے ایک مقالہ لکھا جو "South African journal of philosophy" شمارہ نمبر ۳۱ جلد ۱ میں ۲۰۱۲ کو شائع ہوا۔

"How best to prevent future persons from suffering: A reply to benatar" کے عنوان سے ایک مقالہ "Brooke Alan Trisel" نے لکھا جو "South African journal of philosophy" شمارہ نمبر ۳۱

جلد ا میں ۲۰۱۲ کو شائع ہوا۔ راقم کی نظر میں اردو زبان اس موضوع کے حوالے سے تہی دامن ہے اور کوئی تحقیقی کام ابھی تک سامنے نہیں آیا۔

Anti-Natalism جنم مخالف نظریہ کا تعارف

بحث کے باقاعدہ آغاز سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ Anti-Natalism جنم مخالف نظریہ کا تعارف حاصل کر لیا جائے۔ لہٰذا اگلی سطور میں اس نظریہ کی توضیح کی جائے گی۔ Masahiro Morioka نے اس نظریہ کی توضیح یوں کی ہے:

Antinatalism is the thought that all human beings or all sentient beings should not be born.[1]

''پیدائش مخالف نظریہ یہ ہے کہ ساری انسانیت اور عقل و شعور کی حامل مخلوقات میں سے کسی کی بھی پیدائش نہیں ہونی چاہیے تھی''۔

J. Robbert Zandbergen کے حوالے سے اس نظریہ کی تعریف ان الفاظ میں نقل کی گئی ہے:

“Antinatalism is the conviction that human existence is not intrinsically more valuable than nonexistence. This incongruence at the heart of human reality may further inspire the conviction that human reproduction must be brought to an absolute halt.”[2]

''یہ ایک ایسا نظریہ ہے جس کے مطابق انسانیت کا وجود بنسبت عدم وجود کے کسی اہم مقام و مرتبہ کا حامل نہیں ہے اس نظریہ کے ساتھ ہم آہنگی لوگوں کو اس بات پر ابھارتی ہے کہ مزید انسان پیدا کرنے کا سلسلہ بالکل رک جانا چاہیے''۔

جنم مخالف نظریہ عہدِ قدیم میں

اس نظریہ کا آغاز بدھ مت اور قدیم یونانی تہذیب نے کیا اور عصرِ حاضر میں چند مغربی مفکرین نے اس کو پروان چڑھایا۔ قدیم یونانی تہذیب میں اس نظریہ کا اطلاق صرف ان بچوں پر کیا گیا جو بد صورت، نحیف، کمزور و ناتواں اور کسی معذوری میں مبتلا تھے، علامہ شبلی نعمانیؒ قدیم یونانی تہذیب کے خدوخال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسپارٹا اور رومن میں بد صورت اولاد کو راستہ میں پھینک دیتے تھے، ارسطو اور افلاطون جیسے نامور حکیم اس بات کو جائز سمجھتے تھے کہ ضعیف اولاد ضائع کر دی جائے، ارسطو کی رائے تھی کہ لنگڑے لڑکے پرورش کے قابل نہیں، اسپارٹا میں جب لڑکا پیدا ہوتا تھا تو بزرگان قوم کے سامنے پیش کیا جاتا تھا اگر وہ تندرست اور قوی ہوتا تھا تو زندہ رکھا جاتا تھا ورنہ ٹائیجس پہاڑ پر اسے گرا دیتے تھے"۔[3]

قدیم یونانی تہذیب میں ہی ایسا لٹریچر معرضِ وجود میں آیا جس نے وجودِ انسانی کے مقابلے میں عدم کو اولیٰ و افضل قرار دیا اور حیاتِ انسانی کو بدتر گردانا۔

Masahiro Morioka جاپان کی Waseda University میں ہیومن سائنس کے پروفیسر ہیں، انہوں نے ایک مقالہ

اس نظریہ کی تعریف و توضیح، اس نظریہ کے ارتقاء اور اس کی اقسام کی وضاحت کے بارے میں لکھا ہے[4]۔ مقالہ کا عنوان "*What Is Antinatalism? Definition, History, and Categories*" ہے۔ قدیم یونانی تہذیب میں اس نظریہ کے وجود کی بابت وہ لکھتے ہیں:

In B.C. Greece, Theognis, Sophocles, and many others wrote poems and plays about the idea that "the best thing is not to be born, and the next best thing is to return quickly to where we came from."[5]

ان میں سے ایک اہم نام شوپنہور کا ہے، شوپنہور کے حیاتِ دنیاوی کی بابت پائے جانے والے نظریہ کو ڈاکٹر میر ولی الدینؒ (استاذِ فلسفہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن) نے "قنوطیت" کا نام دیا ہے اور قنوطیت کی وضاحت میں وہ لکھتے ہیں:

"فلسفیانہ نظریہ کی حیثیت سے قنوطیت کی نگاہ میں دنیا اور دنیا کی زندگی کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی، یہ دنیا بدترین دنیا ہے، یہ زندگی بدترین شئ ہے، دنیا میں شر اس قدر زیادہ ہے کہ دنیا کی نیستی ہستی سے بہتر ہے، اور زندگی میں غم و الم کا اس قدر وفور ہے کہ فنا بقاء سے بدرجہا بہتر ہے"۔[6]

David Benatar نے شوپنہور کے اس نظریہ کی تفصیل یوں بیان کی ہے:

On the Schopenhauerian view, suffering is all that exists independently. Happiness, for him, is but a temporary absence of suffering. Satisfaction is the ephemeral fulfillment of desire. In hedonistic terms, there are no intrinsic pleasures. All pleasures are simply passing relief from negative mental states.[7]

بدھ مت جن چار عظیم سچائیوں پر مبنی ہے ان میں سے اول سچائی "دکھ" ہے، یعنی یہ حیاتِ دنیاوی دکھ سے بھری پڑی ہے۔ بدھ مت کے مطابق اس دکھ کا سبب یہ بے ثبات و عارضی زندگی ہے۔ دکھ کو تین اقسام میں منقسم کیا جاتا ہے، تیسری قسم کے دکھ کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

"وہ دکھ جو بے ثبات اور تغیر پذیر زندگی کے باعث پیدا ہوتا ہے"۔[8]

کرشن کمار مزید لکھتے ہیں: "یوں بدھ کے نزدیک زندگی خصوصاً جو عام آدمی گزارتا ہے شروع سے آخر تک دکھ، غیر اطمینان بخش اور بے حقیقت و بے اصل ہے۔ بدھ نے کہا: "بھکشوؤ! یہی دکھ ہے، یہ اولین سچائی ہے۔ پیدائش بھی دکھ، بیماری بھی دکھ اور موت بھی دکھ"۔[9]

جنم مخالف نظریہ عصرِ حاضر میں

عصرِ حاضر میں متعدد مغربی مفکرین نے اس نظریہ کا پرچار کیا ہے، اگلی سطور میں ہم ان مفکرین میں سے چند کا تذکرہ کریں گے۔

موجودہ دور میں اس نظریہ کو ساؤتھ افریقہ کی کیپ ٹاؤن یونیورسٹی کے پروفیسر David Benatar نے پروان چڑھانے میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے جو شعبہ فلسفہ کے سربراہ بھی ہیں، انہوں نے اس موضوع پر ایک کتاب "Better Never to have

been, The Harm of Existence "لکھی ہے جس کو Oxford University Press نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ایک باب "How Bad is coming to Existence" کے عنوان سے قائم کیا اور تین مختلف نظریات (Hedonistic Theories, Desire-Fulfillment Theories, Objective List Theories) کی بنیاد پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ دنیاوی زندگی مصائب و تکالیف سے بھرپور ہونے کی وجہ سے نا قابلِ آغاز ہے اور موجود انسانوں کے پاس مزید بچے پیدا کرنے کا کوئی اخلاقی جواز نہیں، چونکہ زندہ ہونے کے بعد انواع واقسام کے دکھ درد برداشت کرنے پڑتے ہیں لہٰذا اولاد پیدا کرنے والے انسانوں کو وہ مجرم گردانتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ والدین کی مثال اُس انسان کی سی ہے جو گولیوں سے بھرپور بندوق سے کھیل رہا ہے اور اس بندوق کی نالی کا رُخ کسی اور کی طرف ہے، ان کے الفاظ ہیں:

It shows that they play Russian roulette with a fully loaded gun—aimed, of course, not at their own heads, but at those of their future offspring.[10]

موجودہ دور میں اس نظریہ کے قائلین میں ایک اہم نام "Théophile de Gira" کا ہے، جو ایک بیلجین سکالر ہیں، موصوف نے ۲۰۰۶ء میں فرانسیسی زبان میں جنم مخالف نظریہ کے اثبات میں ایک کتاب "L'Art de guillotiner les procréateurs: Manifeste anti-nataliste" کے نام سے لکھی۔ مذکورہ کتاب کا شمار اس موضوع کی اہم کتابوں میں ہوتا ہے۔ کتاب کے تعارف میں de Giraud لکھتے ہیں کہ فلسفہ نے ان تمام سوالات پر بحث کی ہے جو انسانی ذہن میں ابھرتے ہیں لیکن صرف ایک استثنیٰ ہے اور وہ "عملِ پیدائش اختیار کرنے کا اخلاقی جواز" ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ بچوں کے حقوق سے متعلق تمام چارٹرز کا سب سے پہلا آرٹیکل مندرجہ ذیل ہونا چاہیے:

1. Le premier droit de l'enfant est de ne pas naître.
2. Le second droit de l'enfant consiste à pouvoir convoquer devant les tribunaux, s'il l'estime nécessaire, ceux qui le lésèrent gravement en bafouant son premier droit.[11]

"بچے کا پہلا حق یہ ہے کہ وہ پیدا نہ ہو۔

اور بچے کا دوسرا حق یہ ہونا چاہیے کہ جن لوگوں نے اس کے پہلے قانونی حق کو پامال کرتے ہوئے اس کو وجود بخشا ہے بچہ ان کو عدالت میں طلب کر سکے"۔

موجودہ دور میں اس نظریہ کے قائلین میں ایک اہم نام Seana Valentine shiffrin کا ہے، موصوفہ لاس اینجلس کی یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔[12] انہوں نے اس نظریہ کے اثبات میں یہ دلیل دی ہے کہ جب ہم کسی انسان کے خلاف کوئی ایسا عمل کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں جس سے اُس انسان کے شدید متأثر ہونے کا امکان ہو اور ہمیں یہ علم نہ ہو کہ ہمارے اس عمل کے نتائج پر وہ شخص راضی ہو گا یا نہیں تو اصول و قانون یہ ہے کہ ایسا عمل ہرگز اختیار نہ کیا جائے اور فرضی رضامندی کا سہارا لے کر ایسے عمل کا

ارتکاب نہ کیا جائے۔ فرضی رضامندی کا اعتبار صرف ان صورتوں میں ممکن ہوتا ہے جب کسی بڑے نقصان سے بچایا جا رہا ہو۔ البتہ اگر کسی انسان کو فائدہ پہنچانے کی خاطر کسی نقصان سے دوچار کیا جا رہا ہو تو ہمارے پاس ایسے عمل کا کوئی جواز نہیں رہتا اور عملِ پیدائش بھی اسی قبیل کا عمل ہے جس میں ایک انسان کو زندگی کے فوائد نوازنے کے لیے زندگی بھر کے نقصانات سے دوچار کیا جاتا ہے اور ہمارے پاس اس کی پیشگی رضامندی معلوم کرنے کا کوئی طریقہ بھی نہیں ہوتا۔[13]

Marc larock ایک مقالہ Possible preferences and the Harm of Existence کے عنوان سے معنون ایک مقالہ University of ST. Andtews میں پیش کیا اور اس مقالہ کی بدولت اپنی ایم فل کی ڈگری حاصل کی، اپنے مقالہ میں مارک نے مختلف دلائل سے دنیاوی زندگی کو بدترین قرار دیا، ذیل میں مارک کے دلائل مختصراً پیش کیے جاتے ہیں۔

Marc larock نے پیدائش و جنم کی مخالفت میں ایک نظریہ پیش کیا ہے جسے وہ "Deprivationalism" کا نام دیتے ہیں، یہ نظریہ دو دعوؤں پر مبنی ہے۔ اول یہ کہ ہر بندہ ایسی نئی نئی خواہشات قائم رکھنے میں دلچسپی رکھتا ہے جو پوری ہونے والی ہو۔ دوم یہ کہ جب بھی کسی بندے کو ایسی نئی مطمئن ترجیح قائم کرنے سے محروم کیا جاتا ہے تو اس سے اس کے مفادات کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور مفادات کی خلاف ورزی ایک نقصان ہے۔

Marc larock کہتا ہے جب ایک شخص کو ایسی لامحدود نئی خواہشات قائم کرنے سے محروم کیا جاتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اس شخص کو لامحدود نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی محرومی موت سے ہوتی ہے جس کی طرف عملِ پیدائش لے کر جاتا ہے، انسان اس لیے مرتا ہے کہ وہ پیدا ہوا ہے اگر پیدا نہ ہوتا تو موت کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ لہٰذا ان لامحدود نقصانات سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ عملِ پیدائش ترک کر دیا جائے۔[14]

جنم مخالف نظریہ کے قائلین میں سے ایک اہم نام Gerald K. Harrison ہے، انہوں نے اس موضوع پر ایک مقالہ "Antinatalism and Moral Particularism" کے عنوان سے لکھا ہے، موصوف حیاتِ دنیاوی کو بدتر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میری نظر میں یہ ایک بے عزتی اور نقصان ہے۔ زندگی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ زندگی ایک تحفہ ہے لیکن یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی کو ہیروئن کا انجیکشن لگانا اور پھر زندگی بھر منشیات کی فراہمی تحفہ ہے۔ مزید برآں جو شخص یہاں کسی بھی مدت کے لیے رہا ہو وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ دنیا ایک انتہائی خطرناک جگہ ہے، اس میں قاتلوں، عصمت دری کرنے والوں اور لٹیروں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے، اور اس سے بھی زیادہ تعداد میں بے رحم اور متعصب لوگ ہیں، اس دنیا میں ہر قسم کی بیماری اور آفت کا وجود ہے، ان بیماریوں اور آفات کا نزول ہر وقت ہوتا رہتا ہے اور یہ بہت بڑی تعداد میں لوگوں کو متاثر کرتی ہیں اور ان سے بچنا عملی طور پر ناممکن ہوتا ہے"۔[15]

عزل کا مفہوم

فقۂ اسلامی میں اولاد کے عدمِ حصول کی بحث ''عزل'' کے عنوان سے کی جاتی ہے لہٰذا اب اس بات کی تحقیق کی پیش کی جاتی ہے کہ اسلام میں عزل کی حیثیت کیا ہے؟ اور کیا عزل کا جواز جنم مخالف نظریہ کا مؤید ہے؟ ان سوالات پر گفتگو کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عزل کے مفہوم سے آگاہی حاصل کر لی جائے۔

لغوی طور پر ''عزل'' کا لفظ علیحدگی، جدائی اور کسی چیز کو ایک جانب دھکیل دینے اور مائل کر دینے کا معنی بیان کرتا ہے۔ جب کچھ افراد باہمی اجتماع کے بعد متفرق ہو جائیں تو ان کے اس افتراق کے لیے ''تَعَازَلَ القومُ'' کا جملہ بولا جاتا ہے۔[16] اسی طرح ''مِعْزَالُ'' اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنی سواری قافلے کے دیگر افراد سے الگ ہانک رہا ہو۔[17]

علامہ نوویؒ عزل کی فقہی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الْعَزْلُ هُوَ أَنْ يُجَامِعَ فَإِذَا قَارَبَ الْإِنْزَالَ نَزَعَ وَأَنْزَلَ خَارِجَ الْفَرْجِ وَهُوَ مَكْرُوهٌ عِنْدَنَا فِي كُلِّ حَالٍ وَكُلِّ امْرَأَةٍ سَوَاءٌ رَضِيَتْ أَمْ لَا لِأَنَّهُ طَرِيقٌ إِلَى قَطْعِ النَّسْلِ[18]۔ "عزل یہ ہے کہ ہمبستری کے دوران جب انزال کے قریب پہنچے تو عضوِ تناسل کو عورت کی شرمگاہ سے باہر نکال کر مادۂ منویہ کا اخراج کرلے"۔

علامہ ابن حجرؒ اس کی توضیح میں لکھتے ہیں: العزل هو النزع بعد الإيلاج ، لينزل خارج الفرج[19]۔ "عزل، عضوِ تناسل کو داخل کرنے کے بعد اس لیے خارج کرنا ہے تاکہ شرمگاہ میں انزال نہ ہو"۔

اب ان احادیث کو پیش کیا جاتا ہے جو عزل سے متعلق روایت کردہ ہیں چاہے وہ احادیث عزل کے جواز پر دلالت کرتی ہیں یا عدمِ جواز پر، ان روایات پر نظر ڈالنے کے بعد ان احادیث کے نتائج فقہاء کے مذاہب کی صورت میں ذکر کیے جائیں گے۔

عزل سے متعلق احادیث

امام مسلم نے اپنی صحیح میں ''باب ذکر العزل'' کے عنوان سے ایک مستقل باب قائم فرمایا ہے اور عزل سے متعلق حدیث کا ذخیرہ نقل فرمایا ہے، ان کی روایت کردہ پہلی حدیث ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے ''عزل'' کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے بارے میں استفسار فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ جب کسی کی بیوی بچے کو دودھ پلانے کے زمانہ میں ہو تو اس دوران مرد اپنی بیوی سے جماع کی صورت میں اس کے دوبارہ حاملہ ہو جانے کو ناپسند سمجھتا ہے اور (اس کی دوسری صورت یہ بھی ہے کہ) جب کسی کی باندی ہوتی ہے تو وہ باندی سے جماع کی صورت میں باندی کے حاملہ ہونے کو اچھا نہیں سمجھتا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا! کوئی حرج نہیں ہے کہ اگر تم عزل کو چھوڑ دو، پس بے شک یہ تقدیر کا معاملہ ہے۔ ابن عون کہتے ہیں میں نے یہ بات حسنؒ سے بیان کی تو انہوں نے کہا! اللہ کی قسم یہ الفاظ آپ ﷺ کی طرف سے زجر و توبیخ کے الفاظ تھے۔[20] دوسری روایت حضرت ابو محیریز کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور ابو صرمہؓ حضرت ابو سعید خدریؓ کے پاس گئے تو ابو صرمہؓ نے ابو سعید خدریؓ سے پوچھا! کیا آپ نے

نبی ﷺ سے عزل کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ تو ابو سعیدؓ نے فرمایا! جی ہاں، ہم آپ ﷺ کے ساتھ غزوۂ بنو المصطلق میں شریک تھے تو ہم نے عرب کی نفیس و عمدہ عورتوں کو گرفتار کیا، اور اپنی ازواج سے دوری لمبی ہو گئی (اور ہم جماع کی طرف راغب ہو گئے) نیز ہم باندیوں کی قیمت کے بھی طلب گار تھے تو ہم نے چاہا کہ ہم جماع کریں اور عزل بھی کریں (تاکہ باندیاں حاملہ نہ ہوں اور امِ ولد نہ بن جائیں) تو ہم نے سوچا ہم یہ کام (آپ ﷺ سے پوچھے بغیر) کر رہے ہیں حالانکہ آپ ﷺ ہمارے درمیان موجود ہیں اور ہم ان سے پوچھ بھی نہیں رہے، سو ہم نے آپ ﷺ سے اس بابت سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا! **لا عليكم ان لا تفعلوا ذاكم** تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم عزل نہ کرو۔[21] آپ ﷺ کے الفاظ "**لا عليكم ان لا تفعلوا ذاكم**" کی وضاحت یہ ہے کہ یہ الفاظ **اقرب إلى النهی**[22] ہیں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ ہی کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں آپ ﷺ کے سامنے عزل کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا! کوئی شخص ایسا کیونکر کرتا ہے؟ (اور یہ نہیں فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہ کرے) پس بے شک کوئی جان ایسی نہیں ہے جس کے مقدر میں پیدا ہونا ہے مگر اللہ اس کو پیدا کر دے گا۔[23] ایک اور روایت میں حضرت ابو سعید خدریؓ نے آپ ﷺ کا جواب ان الفاظ میں نقل کیا: **ما من كل الماء يكون الولد وإذا اراد الله خلق شئ لم يمنعه شئ**[24] ترجمہ: ہر نطفہ سے اولاد پیدا نہیں ہوتی، اور اللہ جب کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو کوئی اس راستہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میری ایک باندی ہے جو میری خدمت کرتی ہے اور میں اس سے ہمبستری بھی کیا کرتا ہوں، میں نہیں چاہتا کہ وہ حاملہ ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا! اگر تم چاہو تو عزل کر لو لیکن وہی ہو گا جو اللہ نے تقدیر میں لکھا ہو گا، کچھ عرصہ تک وہ شخص نہیں آیا اور پھر جب آیا تو اس نے کہا کہ وہ باندی تو حاملہ ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا جو تقدیر میں لکھا ہو گا وہ ضرور ہو کر رہے گا۔[25] دوسری روایت میں یہ ہے کہ جب اس شخص نے آپ ﷺ کو باندی کے حاملہ ہو جانے کی خبر دی تو آپؐ نے جواب میں فرمایا: **انا عبد الله ورسوله**[26] ترجمہ: بے شک میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔ حضرت جابرؓ ہی کی روایت ہے کہ ہم عزل کیا کرتے تھے حالانکہ قرآن مجید کا نزول ہو رہا تھا، اگر یہ کوئی ایسا کام ہوتا جس سے روکا جانا چاہیے تھا تو قرآن ہمیں اس سے روک دیتا۔[27] حضرت جابرؓ کی دوسری روایت میں یہ بھی تصریح موجود ہے کہ عزل کرنے کی اطلاع و خبر آپ ﷺ تک پہنچ گئی تھی اس کے باوجود آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا، الفاظِ روایت ہیں: **فبلغ ذلك نبی الله ﷺ فلم ينهنا** ۔ حضرت جدامہ بنت وہب فرماتی ہیں کہ ایک موقع پر میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ ان لوگوں سے ان الفاظ سے خطاب فرما رہے تھے! میں نے ارادہ کیا تھا کہ لوگوں کو غیلہ سے منع کر دوں لیکن میں نے دیکھا کہ اہلِ فارس و روم اپنی اولاد کی موجودگی میں غیلہ کرتے ہیں اور یہ فعل ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ پھر لوگوں نے آپ ﷺ سے عزل کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا! یہ تو خفیہ طور پر زندہ در گور کرنا ہے۔[28] غیلہ سے مراد حالتِ حمل میں بچے کو دودھ پلانا اور دودھ پلاتی

عورت سے ہمبستری کرنا ہے، عرب کا خیال تھا کہ جب بیوی کا بچے کو دودھ پلانے کا زمانہ ہو تو اس حالت میں ہمبستری نہیں کرنی چاہیے، اس حالت میں ہمبستری کرنے سے بچے کو نقصان پہنچتا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں تو اس شخص سے آپ ﷺ نے فرمایا! تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ میں اپنی بیوی کی پہلی شیر خوار اولاد کی وجہ سے ڈرتا ہوں (کہ اگر بیوی حاملہ ہو گئی تو حالتِ حمل میں دودھ پلانا شیر خوار بچے کے لیے موجبِ نقصان ہو گا) تو آپ ﷺ نے فرمایا! اگر یہ نقصان دہ ہوتا تو اہلِ فارس و روم کو نقصان دیتا۔[29]

عزل کے بارے میں اقوالِ فقہاءؒ

مذکورہ بالا احادیث میں سے بہت سی احادیث عزل کے جواز پر صراحت سے دلالت کرتی ہیں، علامہ ابن قیمؒ نے دس صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ عزل کی رخصت کے قائل تھے، ان دس صحابہ کرامؓ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، ابو ایوب انصاریؓ، زید بن ثابتؓ، جابرؓ، ابن عباسؓ، حسن بن علیؓ، خباب بن ارتؓ، ابو سعید خدریؓ اور ابو مسعودؓ شامل ہیں، علامہ ابن قدامہؒ نے بھی مذکورہ صحابہ کرامؓ سے عزل کا جواز نقل کیا ہے۔[30] البتہ ایک جماعت عزل کی حرمت کی قائل بھی ہے جس میں ابن حزمؒ بھی شامل ہیں [31] جبکہ کچھ حضرات کے نزدیک عزل کے جواز و عدمِ جواز کے سلسلہ میں عورت کی حیثیت کا اعتبار کیا جائے گا اگر عورت آزاد ہے تو عزل اسی صورت جائز ہو گا جب عورت اس پر رضامند ہو گی اگر عورت کی رضامندی مفقود ہو تو عزل جائز نہیں اور اگر منکوحہ کسی غیر کی باندی ہو تو جوازِ عزل کے لیے اس باندی کے آقا کی اجازت ضروری ہو گی، علامہ ابن قیمؒ نے امام احمدؒ کا یہی قول بیان کیا ہے[32] کچھ حضرات کے نزدیک عزل مطلقاً جائز ہے اور کچھ حضرات یہ فرماتے ہیں اگر بیوی سے عزل کیا جا رہا ہے تو ہر صورت میں بیوی کی اجازت لازمی و حتمی ہے چاہے بیوی آزاد ہو چاہے کسی غیر کی باندی ہو لہٰذا اگر بیوی رضامند ہے تو عزل جائز ہے اور اگر بیوی رضامند نہیں تو کسی بھی صورت عزل جائز قرار نہیں دیا جا سکتا اگرچہ بیوی کسی کی باندی ہو اور اس کا آقا عزل کی اجازت دے بھی چکا ہو۔

طریقۂ استدلال

جو حضرات عزل کو علی الاطلاق جائز قرار دیتے ہیں ان کا استدلال مذکورہ بالا احادیث میں سے وہ احادیث ہیں جو عزل کے جواز پر دلالت کرتی ہیں نیز ان حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ جماع و ہمبستری کے معاملہ میں عورت کا حق محض شہوت کی تسکین ہے شوہر کے انزال میں عورت کا حق نہیں ہے۔ اور جو حضرات عزل کو ناجائز قرار دیتے ہیں ان کا مستدل حضرت جدامہؓ کی حدیث ہے جس میں عزل کو ''وأد خفی'' قرار دیا گیا ہے اس قول کے قائلین اس عدمِ جواز کو اباحت کے لیے ناسخ اور عزل کو منسوخ قرار دیتے ہیں نیز حضرت جابرؓ کے اس قول کہ '' ہم نزولِ قرآن کے زمانہ میں عزل کیا کرتے تھے اگر یہ ممانعت کے قابل کوئی چیز ہوتی تو قرآن میں اس سے منع کر دیا جاتا'' کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جس ذات پر قرآن نازل ہوا اس ذات نے اس کو ''وأدِ خفی'' قرار دے کر منع

کر دیا ہے لہٰذا اس کا جواز باقی نہیں رہتا اور زندہ در گور کرنے کی تمام صورتیں ممنوع ہیں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت کے الفاظ لَا عَلَيْكُمْ أَلَّا تَفْعَلُوا ذَاكُمْ فَإِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ بھی اس قول کے قائلین کا محل استدلال ہیں کہ جب ابن عونؒ نے یہ الفاظ حضرت حسنؒ کے سامنے نقل فرمائے تو انہوں نے فرمایا! وَاللهِ لَكَأَنَّ هَذَا زَجْرٌ.[33] ترجمہ: اللہ کی قسم یہ الفاظ تو زجر و توبیخ کے الفاظ محسوس ہوتے ہیں۔

ایک استدلال یہ بھی ہے کہ عزل میں انسانی نسل کو ختم کیا جاتا ہے جو نکاح کا ایک مقصودِ اصلی ہے اور جب انسانی فطرت لذت کی طالب ہوتی ہے اس وقت میں لذت کا خاتمہ کرنا ہے۔ متعدد صحابہ کرامؓ سے مروی ہے کہ وہ عزل نہیں کیا کرتے تھے بلکہ عزل کو بہت برا گردانتے تھے، حضرت ابنِ عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ عزل نہیں کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: لَوْ عَلِمْتُ أَنَّ أَحَدًا مِنْ وَلَدِي يَعْزِلُ لَنَكَّلْتُهُ. ترجمہ: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری اولاد میں سے کوئی عزل کرتا ہے تو میں اس کو نشانِ عبرت بنا دیتا۔ اسی طرح حضرت علیؓ بھی عزل کو ناپسند سمجھتے تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے بھی عزل کو وأدِ خفی قرار دیا ہے۔ حضرت ابوامامہؓ سے جب عزل کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا! میں نہیں سمجھتا کہ کوئی مسلمان بھی یہ کام کرتا ہوگا۔ حضرت نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی اولاد میں سے کچھ کی پٹائی اس وجہ سے کی کہ انہوں نے عزل کیا تھا اسی طرح یحیٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ و عثمانؓ عزل سے منع فرمایا کرتے تھے [34]

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں ان تمام آثار میں کوئی ایسی بات نہیں جو صحیح اور صریح احادیث کے مخالف و معارض ہو، جہاں تک حضرت جدامہؓ کی روایت کا تعلق ہے اگرچہ یہ مسلم کی روایت ہے لیکن کثیر احادیث اس کے خلاف ہیں مثلاً سنن ابی دواد کی روایت ہے کہ جب ایک شخص نے آپ ﷺ سے باندی کے ساتھ عزل کا تذکرہ کیا اور یہودیوں کے کہنے کی وجہ اس عزل کو "وأدِ خفی" سمجھا تو آپ ﷺ نے فرمایا! كَذَبَتْ يَهُودُ لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَخْلُقَهُ مَا اسْتَطَعْتَ أَنْ تَصْرِفَهُ.[35] ترجمہ: یہودیوں نے جھوٹ بولا ہے، اگر اللہ تخلیق کا ارادہ فرما چکے ہوتے تو تم اس میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کر سکتے تھے۔ اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت جابرؓ کی حدیث جوازِ عزل کے بارے میں صریح ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں متعدد صحابہ کرامؓ سے اس بارے میں رخصت منقول ہے اور وہ عزل میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، علامہ ابن قیمؒ نے بقول امام بیہقیؒ عزل کے جواز کی رخصت متعدد صحابہ کرام سے نقل کی اور اس جواز کو امام مالک، امام شافعی، اہلِ کوفہ اور جمہور اہلِ علم کا مذہب قرار دیا۔[36]

عدمِ جواز کے قائلین نے احادیثِ جواز کو منسوخ اور حضرت جدامہؓ کی حدیث کو ناسخ قرار دیا ہے، نسخ کا دعویٰ کرنا اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک دونوں احادیث کے ورود کی صحیح تاریخ نہ معلوم ہو جائے اور یہ معلوم نہ ہو جائے کہ احادیثِ جواز کی تاریخ مقدم اور عدمِ جواز کی حدیث کی تاریخ مؤخر ہے اور یہ معلوم نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ و علیؓ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ وأد (زندہ در گور کرنا) اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک رحمِ مادر میں نطفہ پر سات مراحل نہ گذر جائیں۔ قاضی ابو یعلی نے عبید بن رفاعہ کے والد سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت

زبیرؓ، حضرت سعدؓ اور دیگر کچھ حضرات تشریف فرما تھے کہ عزل کی بحث چل پڑی، ان حضرات کی رائے یہ تھی کہ عزل میں کوئی حرج نہیں ہے تو ایک شخص نے کہا! کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ عمل خفیہ طور پر زندہ در گور کرنے کے مترادف ہے تو علیؓ نے فرمایا اس عمل کو زندہ در گور کرنے کے مترادف اس وقت تک نہیں قرار دیا جا سکتا جب تک حمل پر سات مراحل نہ گذر جائیں وہ سات مراحل کھنکتی ہوئی مٹی، پھر نطفہ، پھر جما ہوا خون، پھر گوشت، پھر ہڈی، پھر گوشت پھر خلقِ جدید ہیں۔ حضرت علیؓ کی یہ بات سن کر عمرؓ نے فرمایا! اللہ آپ کی زندگی لمبی فرمائیں آپ نے سچ کہا ہے۔[37]

امام غزالیؒ کے بقول صحیح قول اباحت کا ہے، جہاں تک اس میں کراہیت پائے جانے کی بات ہے تو امام غزالیؒ فرماتے ہیں کراہت کا اطلاق تین معانی پر ہوتا ہے، کراہتِ تحریم، کراہتِ تنزیہ اور ترکِ اولیٰ و افضل۔ اور عزل تیسرے معنی کے اعتبار سے مکروہ ہے، جس طرح مسجد میں بیٹھنے والے شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ فارغ بیٹھنا مکروہ ہے کہ نہ ذکر میں مشغول ہو نہ نماز میں۔ اور جس طرح مکہ میں موجود شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مکی کے لیے ہر سال حج نہ کرنا مکروہ ہے تو مذکورہ بالا کراہت سے مراد ترکِ اولیٰ و افضل ہے۔ عزل میں اس درجہ کراہت کے ثبوت کی وجہ حصولِ اولاد کی فضیلت سے محرومی ہے۔ عزل کی کراہت تحریمی ہے نہ تنزیہی، بلکہ یہ کراہت خلافِ اولیٰ و ترکِ افضل پر محمول ہے اس لیے کہ نہی ثابت کرنا نص کے ذریعہ ممکن ہوتا ہے یا نص میں موجود مسئلہ پر قیاس کے ذریعہ ممکن ہوتا ہے اور زیرِ بحث مسئلہ میں نص ہے اور نہ نص میں موجود مقیس علیہ اصل ہے جس پر عزل کو قیاس کیا جائے۔[38] عزل کو جن مسائل پر قیاس کیا جانا ممکن ہے وہ تین مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

اوّل: ترکِ نکاح۔

دوم: نکاح کے بعد جماع ترک کرنا۔

سوم: جماع کرنا اور دخول کے بعد انزال ترک کر دینا۔

عزل کو ان تین اصول میں سے کسی پر بھی قیاس کیا جانا ممکن ہے اور ان تینوں اصول کا حکم ترکِ افضل ہے، ان امور کا ارتکاب کرنے میں نواہی کا ارتکاب نہیں ہے۔ عزل اور مذکورہ بالا اصول (مقیس علیہ) میں کوئی فرق نہیں ہے اور ان تمام میں اشتراکِ علت پایا جاتا ہے کیونکہ ان تمام اصول و فروع میں خود کو حصولِ اولاد سے روکا جا رہا ہے۔

عزل کو (وأد البنات) زندہ در گور کرنے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ زندہ در گور کرنے میں ایک پیدا شدہ اور موجود انسان پر جنایت کا ارتکاب کیا جاتا ہے، وأد کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے انسانی وجود کے مراتب کو ذہن نشین کرنا مفید ہو گا، انسانی وجود کے چند مراتب ہیں، اوّل یہ کہ نطفہ رحمِ مادر میں قرار پالے اور مرد کے نطفہ کا عورت کے نطفہ کے ساتھ اختلاط ہو جائے اور اس نطفہ میں زندگی قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے، اب اس کو فاسد کرنا ایک جنایت ہے۔

وجود کا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اختلاط کے بعد کچھ عرصہ گزر جائے اور وہ نطفہ اپنی حالت بدل لے، گوشت کے لوتھڑے یا خون کے ٹکڑے کی صورت اختیار کر لے، اب اس کو فاسد کرنا بھی ایک جنایت ہے اور جنایت کی یہ نوع پہلی قسم کی جنایت سے قوی ہے، اور

اگر رحمِ مادر میں تخلیق کے مزید مراحل گزر جائیں، خلقت تام ہو جائے اور اس میں روح پھونک دی جائے تو جنایت مزید قوی ہو جائے گی اور جرم و گناہ اس وقت سب سے قوی تر ہو جاتا ہے جب بچہ رحمِ مادر سے زندہ اور الگ ہو کر دنیا کے پیٹ میں آجائے اور پھر اس کے بعد اس کو زندہ در گور کیا جائے۔

بچہ کی تخلیق میں مرد و عورت کا نطفہ اور ان کا باہمی ملاپ نکاح اور دیگر عقود میں ایجاب و قبول کا مقام رکھتے ہیں جس سے بچہ کا وجودِ حکمی ہوتا ہے، جس طرح فقہی معاملات میں ایک شخص ایجاب و قبول کرے تو دوسرے شخص کے قبول کرنے سے پہلے پہلے ایجاب کرنے والے شخص کے پاس رجوع کا اختیار ہوتا ہے اسی طرح جس شخص نے دخول کیا اور پھر عزل کیا تو گویا اس نے قبول سے پہلے ایجاب سے رجوع کر لیا اور عقدِ نکاح کے خلاف نکاح کو توڑ کر، عقد کو فسخ کر کے کوئی جنایت نہیں کی، البتہ جب ایجاب و قبول کا اجتماع ہو جائے تو پھر رجوع کرنا اس عقد کو توڑنا، فسخ کرنا اور رفع کرنا کہلائے گا، نطفہ جب تک صلبِ آدم میں ہو تو اس سے پیدائش نہیں ہو سکتی اسی طرح شرمگاہ سے نکلنے کے بعد بھی اُس وقت تک تخلیق کا سبب نہیں بن سکتا جب تک عورت کے نطفہ کے ساتھ مرد کے نطفہ کا اختلاط نہ ہو جائے، مذکورہ بالا مسئلہ عزل کا مقیس علیہ اور اصل ہے۔

البتہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ عزل کو اگر مذکورہ بالا وجہ سے مکروہ قرار نہیں دیا جا سکتا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ کراہت کی تمام تر وجوہات منتفی ہو گئی ہیں، کراہت کا تحقق و ثبوت عزل کی نیت کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے اور اس بات میں کوئی ابہام نہیں ہے کہ عزل کی نیت فاسد ہی ہوتی ہے اور اس میں شرکِ خفی کا ارتکاب کیا جاتا ہے اس لیے اب یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ عزل کن ارادوں اور کن نیتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور ان کی وجہ سے عزل کا کیا حکم جاری ہوتا ہے۔

عزل کی وجوہات

عزل کی کل پانچ وجوہات ہیں جن کو امام غزالیؒ نے ذکر کیا ہے۔[39]

عزل کی پہلی وجہ باندیوں میں پائی جاتی ہے، باندی سے اس وجہ سے عزل کیا جاتا ہے تا کہ بچہ پیدا ہونے اور نسب کا دعویٰ پائے جانے کی صورت میں باندی امِ ولد نہ بن جائے، امِ ولد بن جانے سے باندی آزادی کی مستحق ہو جائے گی، گویا باندی سے عزل کرنے والا شخص اپنے مال کو ہلاکت سے بچا رہا ہے اور عزل کرنے والے شخص نے باندی کو اپنی ملکیت میں برقرار رکھنے کا قصد و ارادہ کیا ہے اور آزادی کے اسباب سے کنارہ کشی اختیار کی ہے، اپنے مال کو ہلاکت سے بچانا نیز اس پر اپنی ملکیت کو برقرار رکھنا ممنوع امر نہیں ہے۔

عزل کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر مرد یہ سمجھتا ہے کہ کثرتِ اولاد کی وجہ سے عورت کا حسن و جمال متأثر ہو گا اور خوبصورتی میں کمی واقع ہو گی تو اس بنا پر بھی عزل کیا جا سکتا ہے، اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے کیونکہ اس نیت سے عزل کرنے میں بھی کسی ممنوع امر کا ارتکاب نہیں ہے۔

عزل کی تیسری وجہ یہ خیال ہے کہ کثرتِ اولاد کی وجہ سے مرد مشقت میں پڑ جائے گا، اولاد کی ذمہ داریوں کا بوجھ بڑھ جائے گا جبکہ مرد اپنے آپ کو زیادہ مال کمانے کی مشقت سے بچانا چاہتا ہو اور اکتسابِ حرام سے احتراز کرنا چاہتا ہو تو اس صورت میں بھی عزل

ممنوع نہیں ہے، اگرچہ اس وجہ سے عزل کرنے میں اللہ کی ذات پر کامل توکل نہیں پایا جاتا، انسان توکل کے اعلیٰ درجہ سے تنزلی اختیار لیتا ہے اور ترکِ افضل کا مرتکب ہوتا ہے بایں ہمہ معاملات کے انجام پر نظر رکھنا، اپنے مال کی حفاظت کرنا اور ضرورت کے وقت کے لیے ذخیرہ اندوزی کرنا وغیرہ امور کو ممنوع قرار دیا جانا مشکل ہے، اولاد جتنی کم ہو گی حرج و کلفت میں اتنی ہی کمی ہو گی جبکہ کثرتِ اولاد کثرتِ حرج کا سبب ہے، قلتِ حرج دین پر عمل پیرا ہونے میں مددگار و معاون ہوتا ہے۔

عزل کی چوتھی وجہ اس وجہ سے عزل کرنا ہے کہ لڑکی کی پیدائش نہ ہو جائے کیونکہ لڑکی کی پیدائش ہو گی تو لڑکی کا رشتہ آئے گا، نکاح و رخصتی کرنا پڑے گی اور اس سے عار لاحق ہو گا تو یہ ایک فاسد نیت ہے اور عرب اسی فاسد نیت کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ دفن کیا کرتے تھے، لہٰذا اس نیت کی وجہ سے نکاح نہ کرنا یا نکاح کرنے کے بعد عزل کرنا درست نہیں اور اس فاسد نیت کو اپنانے کی وجہ سے ہی گناہگار ہو گا، گناہگار ہونے کی وجہ فسادِ نیت ہو گا، ترکِ نکاح یا ترکِ جماع کی وجہ سے گناہگار نہیں ہو گا، اور یہ مسئلہ ایسے ہی ہو گا جیسے ایک عورت اس وجہ سے نکاح ترک کرے کہ وہ اپنے اوپر مرد کو قوام کی حیثیت سے تسلیم نہ کرنا چاہتی ہو اور مرد کی فوقیت کی قائل نہ ہو ایسی صورت میں عورت کی اس سوچ کو فاسد کہا جائے گا لیکن اُس کے ترکِ نکاح کے فعل کو برا نہیں کہا جائے گا، فساد اس بات، سوچ اور نظریہ میں ہے کہ سنتِ رسولؐ کی پیروی کی وجہ سے عار لاحق ہو گی۔

عزل کی پانچویں وجہ اس وجہ سے عزل کرنا کہ عورت نفاست و نظافت میں اس قدر مبالغہ آرائی کرتی ہے کہ نفاس و رضاعت وغیرہ سے بھی احتراز کرتی ہے تاکہ ان اعذار کی بنا پر نماز کا ترک نہ ہو، جیسے کہ خوارج کی عورتوں کی یہ عادت ہوا کرتی تھی کہ وہ ایامِ حیض کی نمازوں کی قضا بھی اپنی دینداری کی وجہ سے کیا کرتی تھیں۔ اس نیت سے عزل کرنا خلافِ سنت ہے اور یہ نیت بھی فاسد نیت کہلائے گی لیکن منعِ ولادت فاسد نہیں ہو گا۔

عالم اسلام کی مشہور دینی درسگاہ "جامعۃ الازہر" کی طرف سے عزل کے جواز اور وقتی طور پر ضبطِ ولادت کے عارضی طور طریقے اختیار کرنے کی اباحت کے بارے میں پہلا تائیدی فتویٰ شیخ الازہر الشیخ عبد المجید سلیم نے ۱۹۳۷ء میں جاری کیا۔ انہوں نے لکھا:

واضح ہو کہ مجلسِ افتاء نے اس مسئلہ پر کافی غور و خوض کیا ہے، وقتی طور پر ضبطِ ولادت کے لیے دوا وغیرہ کا استعمال جائز ہے، کیونکہ اس میں لوگوں کے لیے آسانی ہے اور تنگی دور کرنے کا ذریعہ ہے۔ خاص طور پر جب کثرتِ حمل کا اندیشہ ہو، یا پے در پے حمل کی وجہ سے عورت کمزور ہو جائے اور عورت کو پوری طرح آرام کرنے کے لیے بچوں کے درمیان مناسب وقفہ نہ ملے۔ پھر اللہ تعالیٰ بھی آسانی چاہتا ہے نہ کہ تنگی، البتہ ہمارے خیال میں ہمیشہ کے لیے ضبطِ ولادت کی خاطر دوا کا استعمال ناجائز ہے۔[40]

نتائجِ بحث

عزل کی اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں عزل کا جواز کسی صورت بھی جنم مخالف نظریہ Anti- Natalism کی تائید نہیں کرتا بلکہ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جنم مخالف نظریہ Anti- Natalism کا مقصد اس کائنات سے انسانیت کے وجود کا بالکلیہ خاتمہ، ہر انسان کی زندگی کو بدتر قرار دینا اور عدم کو ہر حال میں وجودِ انسانی پر ترجیح دینا ہے جبکہ اسلام مخصوص

حالات میں خاص وجوہات کے پیشِ نظر عارضی طور پر اولاد کی پیدائش میں وقفہ رکھنے کے لیے عزل کو جائز قرار دیتا ہے جبکہ نسلِ انسانی کے بالکلیہ انقطاع تک لے جانے والے اسباب و عوامل کو اسلام ناجائز قرار دیتا ہے۔ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں: وَلَمْ يَخْتَلِفُوا أَنَّ خِصَاءَ بَنِي آدَمَ لَا يَحِلُّ وَلَا يَجُوزُ[41] "فقہاء کرامؒ کا اس بابت کوئی اختلاف نہیں ہے کہ انسان کو خصی کرنا جائز نہیں ہے۔

حوالہ جات

[1] Masahiro Morioka, What Is Antinatalism? Definition, History, and Categories, *The Review of Life Studies* Vol.12 (May 2021) 2

[2] Masahiro Morioka,2

[3] Shiblī, Numānī, *Al-kalām*, (Ma-ārif Azam Garh,) 4th edition,1341AH (153)

[4] Masahiro Morioka جاپان کے ایک اہم فلسفی ہیں اور جاپان کی "Waseda University" کے شعبہ اخلاقیات اور فلسفہ کے پروفیسر ہیں، علاوہ ازیں موصوف دو مجلات "Journal of Philosophy of Life" اور "Eudios Journal of Asian and International Bioethics" کے ایڈیٹر کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

Retrieved from: https://en.wikipedia.org/wiki/Masahiro_Morioka Oct 1st /08:34 AM

[5] Masahiro Morioka 5

[6] ڈاکٹر میر ولی الدین، قنوطیت یعنی فلسفۂ یاس، (جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن)، ص ۲۔

Dr. Mir Wali Uddin, Qanūtiyat, Jamiʿah Usmānia, Hayatabad, Dakan, p. 2.

[7] David Benatar, Better Never to have been, The harm of coming to Existence,(Oxford University Press,2006) 77

[8] کرشن کمار، گوتم بدھ، راج محل سے جنگل تک، مرتب، خالد ارمان، مترجم، پرکاش دیو، (نگارشات پبلشرز، ۲۴ مزنگ روڈ، لاہور، سن اشاعت ۲۰۰۷ء)، ص 244۔

Karshan Kumar, Gūtam Budh, Rāj Maḥal sy Jangal tak, Nigārishat Publishers, Lahore, 2007, p.244.

[9] ایضاً، ص245۔

Ibid, p. 245.

[10] David Benatar, Better Never to Have been,92

[11] Théophile de Giraud, L'art de guillotiner les procréateurs manifeste anti-nataliste,(Le Mort-Qui-Trompe,2006) 82

[12] Retrieved From: https://law.ucla.edu/faculty/faculty-profiles/seana-shiffrin Oct 1st /08:34 AM

[13] Seana valentine shiffrin, Wrongful life, Procreative responsibility, and the significance of harm, *Legal theory*, (5:1999) (131)

[14] Possible preference and the harm of Existence, Marc Larock, 89

[15] Gerald K. Harrison, Antinatalism and Moral Particularism,*(Essays in Philosophy*, Volume 20, Issue 1)07

[16] ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، (دار صادر، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۱۴ھ) ۱۱: ۴۴۰۔

Ibne Manzūr, Muhammad bin Mukaram bin Ali, Lisān al ʿArab, Dār Sādir, Beirut, 1414 H, vol. 11, p. 44.

[17] زبیدی، محمد بن محمد، تاج العروس، (قاہرہ، دار الھدایہ) ۲۹: ۴۶۴۔

Zubaidī, Muhammad bin Muhammad, Tāj al ʿUrūs, Dār al Hidāya, Cairo, vol. 29, p. 464.

18 نووی، محی الدین یحیی بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج (دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۲ھ) ۱۰:۹۔
Nowavī, Maḥiuddīn Yaha bin Sharf, Al Minhāj Sharḥ Saḥiḥ Muslim, Dār Iḥya al Turāth al Arabi, 1392 H, vol. 10, p.9.

19 ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، (دار المعرفۃ، بیروت، الطبعہ ۱۳۷۹ھ) ۹:۳۰۵۔
Ibne Ḥajar, Ahmad bin Ali, Fatḥ al Bāri Sharḥ Saḥiḥ Bukhāri, Dār al Mʿārifa, Beirut, 1379 H, vol. 9, p.305.

20 مسلم بن الحجاج بن مسلم، الجامع الصحیح، باب حکم العزل، (دار الجیل بیروت) ۴:۱۶۰، رقم: ۳۶۲۳۔
Muslim bin Ḥajjāj, Al jamiʿ al Saḥiḥ, Dār al Jail, Beirut, vol. 4, p. 16, Hadith no. 3623.

21 ایضاً، رقم: ۳۶۱۷۔
Ibid, Hadith no. 3617.

22 ایضاً، رقم: ۳۶۲۰۔
Ibid, Hadith no. 3620.

23 ایضاً، رقم: ۳۶۲۶۔
Ibid, Hadith no. 3626.

24 ایضاً، رقم: ۳۶۲۷۔
Ibid, Hadith no. 3627.

25 ایضاً، رقم: ۳۶۲۹۔
Ibid, Hadith no. 3629.

26 ، رقم: ۳۶۳۰۔
Ibid, Hadith no. 3630.

27 ایضاً، رقم: ۳۶۳۲۔
Ibid, Hadith no. 3632.

28 ایضاً، رقم: ۳۶۳۸۔
Ibid, Hadith no. 3638.

29 ایضاً، رقم: ۳۶۴۰۔
Ibid, Hadith no. 3640.

30 ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد بن محمد، المغنی، (مکتبۃ القاہرہ، الطبعہ ۱۳۸۸ھ) ۷:۲۹۹۔
Ibne Qudāma, Abdullah bin Ahmad, Al Mughnī, Maktaba al Qāhira, 1388 H, vol. 7, p. 299.

31 ابن قیم، محمد بن ابی بکر بن ایوب، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، (مؤسستہ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۵ھ) ۵: ۱۳۰۔

Iben Qayam, Muhammad bin abi Bakar, Zād al Mʿād, fi Hadye Khair al ʿIbād, Mʾusisa al Risāla, Beirut, 1415 H, vol 5, p. 130.

32 ایضاً۔

Ibid.

33 ایضاً۔

Ibid.

34 ایضاً۔

Ibid.

35 ابوداود، سنن ابی داود، باب ما جآء فی العزل، رقم: ۲۱۷۳۔

Abu Daūd, Sunan bin abi Daūd, Hadith no. 2173.

36 ابن قیم، زاد المعاد، ۵: ۱۳۲۔

Ibne Qayam, Zād al Mʿād, vol. 5, p. 132.

37 ایضاً۔

Ibid.

38 غزالی، احیاء علوم الدین، ۲: ۵۲

Ghazāli, Iḥya ʿUlūm ddīn, vol. 2, p. 52.

39 ایضاً۔

Ibid.

40 دار الافتاء المصریہ، الفتاوی الاسلامیہ، قاہرہ، (المجلس الاعلی للشئون الاسلامیہ، ۱۴۰۳ھ)، ۲: ۴۴۶۔

Dār al Iftāʾ al Misriya, Al Fatāwā al Islāmia, Cairo, al Majlis al aʿla li shuʾūn al Islāmia, 1403 H, vol 2, p. 446.

41 قرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب المصریہ، القاہرہ، الطبعۃ ۱۳۸۴ھ، ج ۵ ص ۳۹۱۔

Qurtabi, Muhammad bin Ahmad, Al Jāmiʿ li Aḥkām al Qurʾan, Dār al Kutub al Misriya, Cairo, 1384 H, vol 5, p. 391.